Fikr-o-Nasar (Islamabad) 17:8 (1980)

حُبِّ رسولؐ کی دینی اہمیّت

علاّمہ سیّد محمود احمد رضوی

یہ حقیقت کسی دلیل کی محتاج نہیں ہے کہ دنیا کے دیگر مذاہب میں وہ کاملیت، ابدیت اور جامعیت نہیں ہے جو دین اسلام میں ہے۔ دنیا کے مذاہب کسی ایک شعبہ حیات پر زور دیتے ہیں اور دوسرے شعبوں کو تشنۂ تکمیل چھوڑ دیتے ہیں۔ مگر اسلام ایک کامل و مکمل اور جامع ضابطہ حیات ہے اور اس کی ہمہ گیری کا یہ عالم ہے کہ یہ حیات انسانی کے ہر شعبہ پر حاوی ہے اور زندگی کے ہر موڑ پر رہنمائی کرتا ہے۔ یہ بھی امر واقعہ ہے کہ آج دنیا میں جس قدر نظام رائج ہیں لوگ ان سے مطمئن نہیں ہیں۔ اطمینان قلب کے فقدان نے ہر جگہ فتنہ و فساد اور ظلم و عدوان کا محشر بپا کر رکھا ہے، ہر آنکھ غمناک ہے اور ہر قلب بے چین ہے۔ بلاشبہ نظام مصطفےٰ کا قیام ہی معاشرہ میں اعتدال و توازن کا ضامن ہو سکتا ہے۔ یہی وہ نظام ہے جو دکھی انسانیت کو سکون و اطمینان کی دولت سے مالا مال کر سکتا ہے۔ لہذا ہر مسلمان کا دینی و ملی فریضہ ہے کہ وہ اقامت دین کے لئے ہر ممکن سعی کرے۔ لیکن اس سلسلہ میں قوم مسلم کے لئے اس حقیقت کو صمیم قلب کے ساتھ تسلیم کرنا بھی ضروری ہے کہ نظام مصطفےٰ کی روح اور ایمان و ایقان کی جان حضور سید المرسلین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کی ذات گرامی سے محبت و عقیدت اور آپ کا احترام و اکرام ہے۔

سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اگر تمہارے بیٹے۔ تمہارے بھائی۔ تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کا مال اور

وہ تجارت جس کے نقصان سے تم ڈرتے ہو، اور تمہارے پسندیدہ مکان۔

احب الیکم من اللہ ورسولہ وجہاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ واللہ لایہدی القوم الفسقین۔

یہ سب چیزیں تمہیں اللہ و رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیاری ہیں۔ تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم یعنی عذاب لائے اور اللہ نافرمانوں کو راہ نہیں دکھاتا۔

"احب الیکم من اللہ ورسولہ" کے الفاظ، محبت و عقیدت رسول کو عذاب الٰہی سے محفوظ رہنے کا ضامن اور ایمان کی روح قرار دے رہے ہیں۔ عبادت الٰہی کی اہمیت محتاج بیان نہیں ہے۔ جن و انسان کی پیدائش کا مقصد ہی عبادت کو قرار دیا گیا ہے لیکن قرآن نے یہ تصریح کی ہے کہ تعظیم و توقیر رسول کا درجہ عبادت سے پہلے ہے۔ سورہ فتح میں فرمایا۔

وتعزروہ وتوقروہ وتسبحوہ بکرۃ واصیلا

اے مسلمانوں تم اللہ کے رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور اللہ کی پاکی بیان کرو صبح و شام۔

اس آیت میں سب سے پہلے اللہ اور رسول پر ایمان لانے کا حکم ہے، اس کے بعد حضور علیہ السلام کی تعظیم و توقیر کا حکم ہے، اس کے بعد تیسرے درجہ پر عبادت خداوندی کا ذکر ہے۔ ایمان و عبادت کے درمیان رسول کریم علیہ السلام کی تعظیم کا ذکر کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ ایمان کے بغیر تعظیم رسول کی کوئی حیثیت نہیں اور تعظیم رسول کے بغیر عبادت کارآمد نہیں۔ معلوم ہوا کہ حضور سے محبت و عقیدت آپ کا احترام و اکرام مدار ایمان، مدار نجات اور مدار قبولیت اعمال خیر ہے۔ تعظیم رسول کے بغیر نہ عبادت مقبول ہے اور نہ کوئی نیک عمل باعث اجر و ثواب ہے۔ اس آیۂ مبارکہ کی تشریح و توضیح میں خود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ

تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک

و ولدہ والناس اجمعین (بخاری ومسلم) کہ میں اس کی نظر میں اس کے باپ اولاد اور سب آدمیوں سے پیارا نہ ہو جاؤں۔

صحیح بخاری کی ایک روایت میں "من نفسہ" کے الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ مومن وہی ہے جو اپنی جان سے بھی زیادہ حضور کو محبوب رکھے۔ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا، حضور آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ پیارے ہیں سوائے میری جان کے۔ حضور نے جواب دیا جب تک میں کسی کی جان سے بھی زیادہ اس کا محبوب نہ ہو جاؤں وہ ہرگز مومن کامل نہیں ہو سکتا۔ حضرت فاروق اعظم نے عرض کیا۔
مجھے اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ پر قرآن کریم نازل فرمایا آپ میری جان سے بھی زیادہ مجھے محبوب ہیں۔ حضور نے فرمایا عمر اب تمہارا ایمان کامل ہوا۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص حضور نبوی میں حاضر ہوئے عرض کی۔

یا رسول اللہ!

ما اعددت لہا کثیر صلوۃ ولا صدقۃ الا انی احب اللہ ورسولہ قال انت مع من احببت (مسلم) میں نے قیامت کے لئے نہ تو کوئی زیادہ نمازیں پڑھی ہیں اور نہ ہی صدقہ وخیرات زیادہ کیا ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں۔ حضور نے فرمایا تو قیامت کے دن اسی کے ساتھ ہوگا جس سے تو محبت رکھتا ہے۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا معیار حضور کا اتباع اور آپ کی پیروی ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا: اے رسول ان سے کہہ دیجئے۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا۔

اس آیت سے واضح ہوا کہ محبت رسول کی شرط اتباع و اطاعت ہے۔ جو گروہ سنت رسول کا متبع ہو گا وہی صحیح معنوں میں اللہ کا محبوب ہے۔ لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ صرف شریعت کی پابندی اور مطلقاً حضور کا اتباع معیار محبت ہے یا اس میں کوئی قید اور بھی ہے۔ اگر مطلقاً اتباع رسول کو معیار قرار دیا جائے تو پھر وہ منافق بھی جو حضور کا بظاہر اتباع کرتے تھے اللہ کے محبوب قرار پائیں گے کیونکہ قرآن سے یہ حقیقت واضح ہے کہ منافق بھی کلمہ پڑھتے تھے، نمازیں ادا کرتے تھے زکوٰۃ دیتے تھے جہاد میں شرکت کرتے تھے۔ حتیٰ کہ بخاری کی حدیث میں یہاں تک تصریح ہے کہ آخر زمانہ میں ایک گمراہ و بے دین قوم پیدا ہو گی وہ قرآن پڑھے گی مگر قرآن ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا نیچے اور مخلص مسلمان ان کی نمازوں کے مقابلہ میں اپنی نمازوں کو حقیر جانیں گے۔ تو اگر محض شریعت کی پابندی کو معیار حُب خدا اور رسول مانا جائے تو منافقین باوجود بے دین ہونے کے اللہ کے محبوب قرار پائیں گے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ منافق ہرگز اللہ کا محبوب نہیں ہو سکتا۔

اس اشکال کی توضیح یہ ہے کہ بے شک اللہ کا محبوب بننے کے لئے اتباع و اطاعت رسول ہی معیار ہے مگر صرف ظاہری طور پر اطاعت و اتباع اس کے لئے کافی نہیں ہے۔ وہ اتباع و اطاعت جو متبوع و مطاع کی عظمت و محبت سے خالی ہو وہ اتباع نہیں صرف نقالی ہے۔ منافقین کی یہی کیفیت تھی۔ وہ بظاہر حضور کا اتباع کرتے تھے۔ مگر ان کے دل عظمت و محبت رسول سے خالی تھے اس لئے وہ لاکھ اطاعت و اتباع کریں اللہ کے محبوب نہیں ہو سکتے۔ اور "فاتبعونی" میں جو اتباع مطلوب ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور آپ کی محبت کے نشہ میں مخمور و سرشار ہو کر آپ کا اتباع کیا جائے اور بہ تقاضائے محبت و عقیدت آپ کی اطاعت کی جائے اور آپ کے اسوۂ حسنہ کو اپنایا جائے۔

خلاصہ کلام یہ کہ عشق اور محبت رسول اور تعظیم و توقیر رسول کی بنیاد پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہی اللہ تعالیٰ کا محبوب بننے کا معیار ہے۔ اور ایمان و نفاق کے درمیان حد فاصل بھی حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر ہے۔ اسی حقیقت کو قرآن نے یوں بیان فرمایا ہے:

فلا وربک لایؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینہم ثم لایجدوا فی انفسہم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیما۔

سورہ النساء ۶۵۔

اے رسول محترم تمہارے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے تمام معاملات میں تمہارا حکم نہ مان لیں پھر جو کچھ آپ فیصلہ کر دیں اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور دل سے مان لیں۔

سورہ احزاب میں ارشاد ہے۔

ماکان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امراً ان یکون لہم الخیرۃ من امرہم ۔

کسی مومن مرد اور عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول فیصلہ کر دیں تو پھر ان کو اپنے معاملہ میں خود کوئی فیصلہ کرنے کا اختیار باقی رہے۔

الغرض مومن کامل ہونے اور اللہ تعالیٰ کا محبوب بننے اور اسلامی نظام کی برکات و حسنات سے مستفید ہونے کی بنیادی شرط حضور علیہ السلام سے محبت و عقیدت اور آپ کی محبت میں سرشار و مخمور ہو کر آپکی اطاعت و اتباع ہے۔

یہ اصولی بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت صرف ایک ایلچی یا صرف ایک قاصد کی ہرگز نہیں ہے۔ نبی اور غیر نبی میں وحی کے امر فارق ہونے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ نبی القاء ربانی سے متصف ہونے کے علاوہ بقیہ تمام اوصاف و کمالات میں عام انسانوں کی طرح ہوتا ہے بلکہ وحی کے امر فارق ہونے کا مطلب و مفہوم یہ ہے کہ رسول اخلاقی، روحانی، اجتماعی، تبلیغی، علمی اور عملی حیثیت سے عام انسانوں سے بہت بلند اور ممتاز ہوتا

ہے۔ وہ امر ناہی، حاکم، نور ہادی، شارع اور داعی الی اللہ کے منصب رفیع پر فائز ہوتا ہے اور اس کا قول و عمل اور سیرت و کردار دین اور شریعت قرار پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہدایت کے لئے قرآن نازل فرمایا جو دستور اسلامی کا مرکز ہے۔ وہ اصول و کلیات کی کتاب ہے جزئیات کی تفصیل اس میں بہت کم ہے۔ مگر نزول قرآن سے پہلے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ اور حضور ہی کا سینہ اقدس قرآن کا مخزن بنا اور حضور کی ذات ستودہ صفات کو قرآن کے معلم، شارح، اور مفسر کے منصب پر فائز فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم ۔ — ہم نے یہ ذکر۔ قرآن آپ پر نازل کیا تا کہ آپ خود کھول کر بیان کر دیں اس کو جو ان کی طرف نازل ہوا ہے۔

اس لئے قرآن کی تشریح و تفسیر وہی معتبر ہے اور منشاء ربانی کے مطابق ہے جو حضور علیہ السلام نے اپنے قول و عمل سے فرمائی۔ اور یہ اس لئے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کے نطق کو اپنی وحی قرار دیا ہے۔

ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی (النجم) ما ضل صاحبکم و ما غوی — یہ رسول۔ کوئی بات اپنی خواہش نفس سے نہیں کہتے مگر وہی جو انہیں کی جاتی ہے۔ تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے۔

اس آیت میں صاحب سے حضور کی ذات مراد ہے۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ آپ ہمیشہ حق و ہدایت کے اعلیٰ مقام پر رہے۔ صراط مستقیم سے کبھی انحراف نہ کیا۔ آپ کے دامن عصمت پر کبھی اور کسی حال میں بھی کسی امر مکروہ کی گرد نہ آئی۔ ہمیشہ حق فرمایا اور حق پر ہی رہے۔ اس لئے آپ کا بہکنا اور بے راہ چلنا ممکن ہی نہیں

اسی لئے سورہ احزاب میں فرمایا۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ۔ تمہارے لئے اللہ کے نبی کی سیرت بہترین لائحہ عمل ہے۔

حضور علیہ السلام کا منصب صرف تلاوت قرآن ہی نہیں ہے بلکہ تعلیم قرآن اور تعلیم حکمت بھی ہے اور اپنے فیض سے لوگوں کو پاک وصاف اور مصفا بنانا بھی ہے۔ سورۂ جمعہ میں حضور کے اسی خاص منصب کا ذکر یوں فرمایا گیا ہے کہ یہ وہ ہستی مقدس ہیں۔

یتلوا علیھم ایتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ۔ جو ان کو آیات الٰہی سناتے ہیں اور ان کا تزکیہ کرتے ہیں اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتے ہیں

تاریخ شاہد ہے کہ حضور نے اپنے وجود اقدس کے فیض واثر سے ناقصوں کو کامل گنہگاروں کو نیک صالح، اندھوں کو بینا اور تاریک دلوں کو نور ایمان سے روشن ومنور فرمایا۔ اور جب آپ نے اپنی حیات کا زمانہ، ختم کیا تو کم ازکم ایک لاکھ انسان آپکی تعلیم وتربیت سے عملاً بہرہ مند ہو چکے تھے۔ اور وہ عرب جو اخلاق کے نہایت پست ترین نقطہ پر تھے۔ تیئیس برس کے بعد وہ اخلاق کے اوج کمال پر پہنچ گئے حضور نے اپنے قول وعمل سے دین کے تمام گوشوں کی تکمیل فرمادی اور یہ اس لئے بھی کہ تمام انبیاء میں خاتم نبوت۔ آخری رسول۔ آخری نبی ہونے کا منصب صرف آپکو ہی حاصل ہے۔ اگر دینی اخلاقی اور دنیوی ضرورتوں کا کوئی گوشہ آپ کے فیض سے محروم رہ کر تکمیل کا محتاج رہ جاتا تو پھر آپ کے بعد کسی آنے والے ہادی کی ضرورت باقی رہ جاتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپکی ذات اقدس پر اپنی تمام نعمتوں کو پورا کردیا۔

سورہ مائدہ میں فرمایا۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (مائدہ) آج کے دن ہم نے تمہارا دین مکمل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔

اب نہ کسی اور دین کی ضرورت ہے نہ شریعت کی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ مجھے اس ہستی مقدس کی

قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے اگر آج موسیٰ بھی دنیا میں ہوتے۔ تو میری پیروی کے سوا ان کو چارہ نہ ہوتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا قطعی اجماعی مسئلہ ہے۔ پہلے انبیاء کی آمد کا سلسلہ جاری تھا۔ آدم ونوح آئے، داؤد و سلیمان کی آمد ہوئی، موسیٰ وعیسیٰ کی جلوہ گری ہوئی، ایک نبی کے بعد دوسرا نبی آتا رہا، مگر چونکہ یہ سب کے سب عبوری دور سے تعلق رکھتے تھے، آخری نبی کی ضرورت باقی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کو خاتم النبیین بنا کر مبعوث فرمایا۔ قرآن نے اعلان کیا۔

ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے خاتم ہیں